گروہ مطہّرین نے زمانے کی حاجتوں اور ضرورتوں کے مطابق اللہ سے قرآن کی تفسیر سیکھی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲؍نومبر ۱۹۷۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ (ال عمران:۱۱۱)

پھر فرمایا:-

گذشتہ خطبہ میں میں نے خَيْرَ اُمَّةٍ کے متعلق دو اصولی باتوں کا ذکر کیا تھا ایک پر نسبتاً تفصیل سے روشنی ڈالی تھی اور دوسری بات کا صرف خاکہ بیان کر دیا تھا۔ میں نے بتایا تھا کہ خَيْرَ اُمَّةٍ اور اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ میں دو بنیادی باتیں اُمّتِ محمدیہ کے متعلق بتائی گئی ہیں۔ خَيْرَ اُمَّةٍ کی صفات کا ذکر قرآن عظیم اور ارشادات نبوی میں ہمیں ملتا ہے۔ کبھی لفظِ خیر کو استعمال کر کے اور کبھی معنوی ذکر سے اس حقیقت کو بیان کیا جاتا ہے۔

دو بنیادی صفات جن کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اُمّتِ مسلمہ اس معنی میں خیر ہے کہ تمام پہلی اُمتوں کے مقابلے میں اپنی استعداد کے لحاظ سے بھی اور اپنی صلاحیت کی نشو ونما کے لحاظ سے بھی اقویٰ ہے۔ زیادہ طاقتور ہے اور "القوِیُّ" کا مفہوم

دراصل یہ بھی ہے کہ جس اُمّت نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی کامل شریعت اور تعلیم کی روشنی میں اس طرح کامل نشوونما دیا ہو اور اپنی قوتوں کا کامل نشوونما کیا ہو کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اسی معنی میں یہ کہا کہ اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِالسُّفْلٰی (ترمذی کتاب صفة القیامة) کہ دینے والا ہاتھ "خَیْرٌ" کا ہاتھ ہے اور لینے والا ہاتھ ایسا نہیں اور اس کی تفصیل میں نے جتنا ممکن تھا بتائی تھی۔

دوسری صفت جو خَیْرَ اُمَّةٍ کی بنیادی صفت ہے اور جس کا ذکر قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات میں ہے وہ یہ ہے کہ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ (اٰل عمران:۱۰۵) کہ (ایک جماعت) ایک گروہ اس اُمّتِ مسلمہ یعنی خَیْرَ اُمَّةٍ کا ایسا ہونا چاہیئے کہ جن کا کام ہی صرف یہ ہو کہ وہ گروہ خَیر کی طرف بلانے والا ہو۔

خیر کے ایک معنی یہاں "قرآن" کے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک حدیث کی روشنی میں جس کا میں ذکر کروں گا ایک الہام اس معنی میں ہوا اور حدیث یہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ (بخاری کتاب فصائل القرآن باب خیرکم من تعلّم القرآن وعلّمه) پس اُمَّت مسلمہ کا وہ گروہ جس کے متعلق کہا کہ وہ گروہ ایسا ہونا چاہیئے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ تو يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ کی بنیادی صفت یہ ہے کہ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ۔ قرآن کریم سیکھنا اور سکھانا اور قرآن کریم کی ساری دنیا میں اشاعت کرنا یہ خیر امّۃ امت مسلمہ کی ایک دوسری بنیادی صفت بیان کی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ ولسلام کو اسی حدیث اور قرآن کی بعض اور آیات کی تفسیر کے طور پر یہ الہام ہوا "اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْآنِ" (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۷۸)

پس آیت وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ میں اِلَى الْخَيْرِ سے مراد قرآن عظیم ہے یعنی ایسی امت اور جماعت تم میں ہروقت رہنی چاہیئے جو قرآن عظیم پر کامل عمل کرنے والی ہو جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آیا ہے کہ جب پوچھا گیا کہ آپ کے اخلاق کیسے تھے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا "قرآن" یعنی قرآن کریم نے جو تعلیم دی جن

اصول اور حدود کو قائم کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی وہی نظر آتا ہے اور ہمیں کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگیوں کے لئے اسوہ بناؤ۔ پس امت مسلمہ میں ایک ایسی امت اور گروہ بزرگوں کا ہونا چاہیئے (بزرگ عمر کے لحاظ سے نہیں بلکہ اپنی عاجزی کے لحاظ سے اور عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنے کے لحاظ سے نیز بزرگ ہستی کے اعلان کے بعد اپنے رب سے بے لوث محبت کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے لحاظ سے) جو نمایاں طور پر دوسروں کیلئے قابل تقلید مثال اور اپنی استعداد کے معراج پر پہنچنے کے بعد جتنا کسی انسان کیلئے اسوہ کا بننا ممکن ہے مثیل بن جانے والے ہوں۔ اصل میں تو ’’اَلْاُسْوَۃ‘‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ہی ہمارے لئے ایک مثال ہیں ان معنوں میں کہ ہم وہی رنگ اپنے اوپر چڑھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگے جائیں اور اس طرح پر اس نیک مثال کے قائم کرنے کے ساتھ دنیا کو قرآن عظیم کی طرف بلائیں۔

میں نے ایک خطبہ میں بتایا تھا کہ قرآن عظیم کے دو پہلو ہیں۔ ایک اس کا کتابِ مبین ہونا ہے اور دوسرا پہلو اس کا کتاب مکنون ہونا ہے۔ کتاب مبین ہونے کی ابتداء یعنی قرآن عظیم کا یہ پہلو جو پہلی مرتبہ نوعِ انسانی کو نظر آیا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی اور لسانی تفسیر کے ساتھ ہے یعنی آپ کی زندگی قرآن کریم کی عملی تفسیر تھی اور آپ کے ارشادات قرآن کریم کی لسانی تفسیر تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کی وضاحت کی اور ہم اس مسئلہ کو سمجھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد تفسیر قرآن ہے۔ وہ قرآن پر کوئی اضافہ نہیں کیونکہ اگر اس کو اضافہ سمجھا جائے تو قرآن کریم کو نعوذ باللہ اس حد تک ناقص سمجھا جائے گا حالانکہ قرآن عظیم میں کوئی نقص اور خامی اور کمی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن پر عمل اور آپ کے ارشادات قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ پس پہلا انسان وہ انسانِ کامل تھا جس نے اس کامل شریعت اور ہدایت کی اپنے عمل اور اپنی زبان سے تفسیر کی اور اس کے بطون میں سے بعض کی تفصیلی تفسیر کر دی اور بعض کی اجمالی تفسیر کی جو مخفی بطون کی صحیح تفسیر کو پرکھنے کے کام آسکتے ہیں۔ بہر حال جو تفصیلی تفسیرِ قرآن آپ نے فرمائی اس کے نتیجہ میں قرآن کریم کا کتاب مبین ہونا دنیا میں ظاہر ہو گیا۔ اس کے

بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ سے محبت رکھنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے بننے کے بعد امتِ محمدیہ میں لاکھوں ایسے مقرب فرزندانِ اسلام پیدا ہوئے جن کا معلّم، معلّم حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ خود بنا اور مطہّرین کے اس گروہ نے اپنے اپنے زمانہ میں اس زمانہ کی حاجتوں اور ضرورتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ سے قرآن عظیم کی تفسیر سیکھی اور اپنے زمانہ کے لوگوں کے سامنے اسے بیان کیا۔ اپنے زمانہ کے جو نئے اعتراضات اسلام اور قرآن عظیم پر پڑ رہے تھے ان کا ردّ کیا اور انہیں غلط ثابت کیا لیکن کتاب مبین کی ابتداء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی اور آپ کے ارشادات اور آپ نے جس طرح قرآن عظیم کی تفسیر بیان کی اس سے قرآن عظیم کی ابدی صداقتیں اور بنیادی حقیقتیں بھی اور بطون بھی تفصیلاً یا اجمالاً دنیا کے سامنے آگئے کیونکہ جو مخفی بطون تھے اور قیامت تک جنہوں نے ظاہر ہونا تھا ان کی طرف بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجمالی اشارے کئے۔ اس وقت میں اس مضمون کی طرف توجہ نہیں دوں گا۔

جس طرح کتاب پڑھنے والا ہر صفحہ پڑھنے کے بعد کتاب کا صفحہ الٹاتا ہے اسی طرح ہر زمانہ کے مطہّرین نے زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات کے لحاظ سے قرآن عظیم کے نئے بطون کو سیکھا اور سیکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کر کے حاجتِ زمانہ کے مطابق نئی تفسیرِ قرآن دنیا کے سامنے پیش کی جو نئے اسرار و بطون قرآنی کے ظہور کے بعد کتاب مبین کا حصہ بن گئی۔ بدلتے ہوئے زمانہ کے ساتھ ظاہر ہو جانیوالے رموز و اسرار قرآنی جو مبین اور کھلے کھلے علوم قرآنی ہیں ان کی بھی دو وجوہات کی بنا پر آج ضرورت ہے۔ ایک اس لئے کہ ماضی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن کریم کے وہ معانی اور اسرار اور معارف اور حقائق کے حصے جو ماضی کی ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے اور جو ماضی کے اعتراضات کو ردّ کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کئے تھے کہ دنیا کے سامنے پیش کئے جائیں۔ وہ سارے اعتراضات ایسے نہیں کہ جو قصہ پارینہ بن گئے ہوں بلکہ ہر آنے والے کو اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ بھی کہا گیا کہ اس کی باتیں تو وہی ہیں جو پہلوں نے کہی تھیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ان باتوں پر بھی وہی اعتراضات ہیں جو پہلوں نے کئے تھے۔ چونکہ اسلام

پر ماضی کے اعتراضات خود کو دہراتے ہیں اس لئے ان اعتراضات کے جو صحیح اور مسکت جوابات ہیں جو کتاب مبین کا حصہ ہیں انہیں بھی ہمیں دہرانا پڑتا ہے۔

پس کتاب مبین کی آج بھی ضرورت ہے یعنی وہ صحیح اور حقیقی تفسیر قرآنی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم سے پہلوں نے کی اس کی آج بھی ہمیں ضرورت ہے۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی اور لسانی تفسیر کی ہر آن ضرورت ہے ہمارا بیان بعد میں آنے والی مطہرین کی جماعتوں سے تعلق رکھتا ہے)۔ اس لئے کہ تفسیر کے جس حصہ کا تعلق ماضی کے اعتراضات کو دور کرنے کے ساتھ ہے جب وہ اعتراضات آج بھی دہرائے جاتے ہیں اور جس حد تک وہ اعتراضات اب بھی دہرائے جاتے ہیں اس حد تک کتاب مبین میں جو ان اعتراضات کے مسکِت جوابات ہمیں ملتے ہیں وہ ہمیں یاد ہونے چاہئیں۔

پس ایک تو قرآن سیکھنا اور سکھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ ابدی صداقتوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اسی طرح اس کا تعلق کتاب مبین کے اس حصہ کے ساتھ ہے جو اعتراضات کو رفع کرنے والا ہے اور پہلوں نے اللہ تعالیٰ سے سیکھا اور جس کی آج بھی ہمیں ضرورت ہے۔

دوسرے نئے معارف قرآنی نئی ضرورتوں کو پورا کرنے اور نئے مسائل کو حل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھائے گئے جو مسائل اور الجھنیں مثلاً آج سے ہزار سال پہلوں کی تھیں وہ مسائل یا ان میں کچھ کا تعلق آج سے بھی ہے یعنی مسائل بالکل ہی بدل نہیں جاتے۔ بہت سے مسائل انسانی زندگی کے ایسے ہیں جو اپنے آپ کو دہراتے ہیں جو اصرار کرتے ہیں اس بات پر کہ ہم بار بار آئیں گے اور تمہارے لئے الجھنیں پیدا کریں گے۔ ان بار بار الجھنیں پیدا کرنے والے مسائل کا حل پہلوں کو سکھا دیا گیا کیونکہ ماضی سے اس کا تعلق ہے اور جو ان مسائل کو حل کرنے کے لئے معارف اور حقائق اور اسرار قرآنی پہلوں کو بتائے گئے تھے آج ان کی ضرورت باقی رہی۔ اس سے ہم غنی اور بے نیاز نہیں بن جاتے۔ پس کتاب مبین کا حصہ بھی ایسا نہیں جس کی ہمیں ضرورت نہ ہو بلکہ ان دو وجوہ کی بنا پر ہمیں آج بھی ان کی ضرورت ہے ایک اس لئے کہ آج سے ہزار سال پہلے جو اعتراضات اسلام پر کئے گئے تھے ان میں سے

بہت سے اعتراضات اسلام پر آج بھی کئے جا رہے ہیں۔ پس ان کے جوابات پہلے بزرگوں کو خدا تعالیٰ نے سکھائے اور کتابِ مبین میں وہ موجود ہیں ہمیں ان کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے ہمیں کتابِ مبین کو بھی پڑھنا چاہیئے اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ پھر آج سے پانچ سو سال پہلے یا ہزار سال پہلے نوعِ انسانی کو یا نوع انسانی کے بعض حصوں کو جن مشکلات اور الجھنوں کا سامنا تھا آج بھی نوع انسانی کے بعض گروہوں کو بعض قوموں کو بعض مقامات پر اس قسم کے بعض مسائل اور الجھنوں کا سامنا ہے اور قرآن کریم نے ان مسائل کو حل کرنے کے لئے اور الجھنوں کو دور کرنے کے لئے ہم سے پہلے بزرگوں کو قرآن کریم کی تعلیم بتا دی تھی کہ قرآن کریم کی تعلیم اور ہدایت ان مسائل کو اس رنگ میں حل کرتی ہے اور اس میں نوعِ انسانی کا فائدہ ہے۔ اس لحاظ سے بھی کتاب مبین کا جاننا ہمارے لئے ضروری ہے۔

دوسرا پہلو قرآن عظیم کا اس کا کتاب مکنون ہونا ہے یعنی وہ باطنی اسرار جو قرآن عظیم اس کتاب عظیم اور اس کامل اور مکمل شریعت میں پائے جاتے ہیں وہ بطون ہر نئے زمانہ میں نئے زمانہ کے نئے اعتراضات کو دور کرنے کے لئے موجود ہیں اور نئے زمانہ کی نئی الجھنوں کو سلجھانے کے لئے اس کے اندر تعلیم موجود ہے اور اس کے متعلق قرآن عظیم نے نوع انسانی کے سامنے یہ اعلان کیا کہ یہ کتابِ مکنون میں پوشیدہ ہیں اسرار ہیں۔

لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعة:۸۰) سوائے اللہ تعالیٰ کے مطہر بندوں کے جن کا معلّم معلّمِ حقیقی خود بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ان کو علوم قرآنی سکھاتا اور نئے زمانہ کی دونوں ضرورتوں (نئے اعتراضات کا دور کرنا اور نئی الجھنوں کا سلجھانا) کو پورا کرتا ہے۔ اس پہلو سے چار باتیں بنیادی طور پر ہمارے سامنے آتی ہیں اور چوتھی کا آج کے زمانہ سے تعلق ہے۔

انسانی زندگی ایک جگہ ٹھہری ہوئی نہیں۔ اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور جوں جوں انسان کے اندر تبدیلی ہر لحاظ سے پیدا ہوتی ہے اسکے ایک پہلو کو ہم لے لیتے ہیں یعنی علم انسانی میں وسعت اور رفعت کی طرف ایک مسلسل حرکت حصول علم کی جو حرکت ہے اس میں بھی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ ایک ہی جگہ تو انسان نہیں کھڑا رہا۔ علمی میدان میں جس جگہ وہ آج سے پچاس

سال پہلے کھڑا تھا اس جگہ آج بھی نہیں کھڑا ہوا۔علمی میدان میں انسان ہمیں اس جگہ بھی کھڑا نظر نہیں آتا جہاں وہ ایک سال پہلے کھڑا تھا علمی میدان میں انسان ہمیں اس جگہ بھی کھڑا نظر نہیں آتا جہاں وہ ایک مہینہ پہلے تھا علمی میدان میں انسان بعض لحاظ سے ہمیں اس جگہ کھڑا ہوا بھی نظر نہیں آتا جہاں کل وہ کھڑا تھا ایک حرکت ہے جس میں تسلسل پایا جاتا ہے۔علمی تحقیق ہے کہیں تحقیق ہو رہی ہے کہیں اس کے نتائج نکل رہے اور جو سائنسدان اور عالم ہیں ان سب کا تعلق اسلام سے تو نہیں ان سب کو اسلام سے پیار تو نہیں ایسے بھی ہیں جو دہریت سے پیار کرتے ہیں ایسے بھی ہیں جو مشرک ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو عیسائیت سے پیار کرتے ہیں۔ایسے بھی ہیں جو یہودیت سے پیار کرنے والے ہیں۔ جو یورپ سے پیار کرنے والے ہیں۔ایسے بھی ہیں جو امریکہ سے پیار کرنے والے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو ہندوستان سے پیار کرنے والے ہیں جو جاپان اور چین اور جو دوسرے جزائر ہیں ان سے پیار کرنے والے ہیں اور ان مختلف ممالک کے حالات چونکہ مختلف ہیں اور ان لوگوں کا پیار کا تعلق اسلام سے نہیں اس لئے اپنی علمی تحقیق کے دوران بعض ایسے خیالات ان کے ذہن میں ابھرتے ہیں جو وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام پر کاری ضرب لگانے والے ہیں اور وہ اس قسم کے اعتراضات کر دیتے ہیں یا غیر مذاہب کے جو عالم ہیں پنڈت ہیں۔ پادری ہیں یہودی علماء ہیں وہ نئی تحقیقات کے نتیجہ میں نئے اعتراضات اسلام پر کرتے ہیں۔مثلاً آج سے تیس چالیس سال میں بعض سائنسدانوں کو شہد کی مکھی اور اس کے حالات شہد وغیرہ کے متعلق دلچسپی پیدا ہوئی۔انہوں نے تحقیق کرنی شروع کی وہ تحقیق جب کی گئی تو ایک وقت میں انہوں نے کہا کہ مکھی پھول سے رس لیتی ہے یعنی شہد جس چیز سے بنتا ہے اس وقت اس کا قوام نہیں ہوتا پھول کے اندر ایک پانی کا قطرہ یا قطرہ کا کچھ حصہ ہوتا ہے۔اس کے اندر مٹھاس بھی ہوتی ہے اور خوشبو بھی۔اس کو انگریزی میں نیکٹر (Nector) کہتے ہیں۔ پادریوں کے پاس جب یہ علمی تحقیق آئی تو انہوں نے کہا کہ قرآن تو کہتا تھا کہ شہد کی مکھی میں سے شہد نکلتا ہے۔یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ (النحل۔۷۰) کہ ان کے اندر سے شہد نکلتا ہے اب تحقیق نے تو یہ ثابت کر دیا کہ پھول کے نیکٹر سے یہ شہد کی مکھی شہد بناتی ہے۔ نئے علم نے ایک نیا اعتراض پیدا کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا

قادرانہ تصرف ہے کبھی وہ خود سائنسدانوں کو سائنسدانوں سے ہی جواب دلواتا ہے اور مزید تحقیق سے انہیں جواب مل جاتا ہے اور وہ تحقیق ہمارے حق میں مفید ہوتی ہے۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے عقل دی ہم نے بھی سوچا اور پڑھا اور ان ہی سائنسدانوں نے چند سال کے بعد یہ کہا کہ شہد کی مکھی تقریباً ۵۰ فیصد اپنے جسم کے Glands (غدود) میں سے سیکریشن (Seekeration) یعنی غدود کا رس نکال کر شہد کے اندر ملاتی ہے۔ پھر انہوں نے یہ کہا کہ جو باہر سے خادم مکھی نیکٹر (Nector) کا ذرا سا جزو لے کر آتی ہے تو چھتّے میں رہنے والی مکھیاں زبان باہر نکالتی ہیں تو خادم مکھیاں اس کے اوپر رکھ دیتی ہیں اور چھتے میں رہنے والی مکھی زبان کو نکالنے اور اندر لے جانے کی حرکت ہزاروں ہزار مرتبہ کرتی ہے اور اس طرح پانی کو خشک کر کے شہد کو قوام کی شکل دیتی ہے۔ وہ بھی اس کے منہ میں سے نکلا ہے یعنی جو منہ کے اندر گیا اس کی شکل اور تھی اور جو منہ میں سے نکلا اس کی شکل اور تھی جو منہ میں گیا وہ پانی سے مشابہ تھا اور جو باہر نکلا اس کی شکل زیادہ تر شیرے سے ملتی ہے۔ دو مختلف شکلیں ہوئیں اور پھر قریباً ۵۰ فیصد اپنے جسم کے حصے ملا دیئے اب یہ نئی تحقیق نے علم دیا۔ جو اسلام سے پیار کرنے والے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے نورِ ایمان دیا ہوا تھا انہوں نے کہا تمہارا اعتراض غلط ہے کیونکہ اصل کیفیت یہ ہے کہ جس چیز پر تم اعتراض کر رہے ہو وہ حقیقتِ شے نہیں بلکہ حقیقتِ شے کا نصف ہے جب دو کو ملا دو گے اس کو پورا کر دو گے تو اعتراض خود ہی ساقط ہو جائے گا۔

پس چونکہ انسانی زندگی میں ایک حرکت ہے وہ ایک جگہ نہیں کھڑی ہوئی۔ زمانہ کروٹ لیتا ہے اور زمانہ جدید بن جاتا ہے۔ حال ماضی بن جاتا ہے اور جو مستقبل ہے وہ حال کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور ایک جدید زمانہ بن جاتا ہے اور ان انقلابات کے نتیجہ میں بہت سے خیالات میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور جو مخالف حرکت ہے وہ اسلام پر نئے اعتراضات کرتی ہے۔ جب ہر زمانہ اسلام پر نئے اعتراضات کرتا چلا آیا ہے اور کرتا چلا جائے گا تو ضروری ہوا کہ قرآن کریم کے وہ بطون جو پہلوں پر (ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے) مخفی تھے آج امتِ مسلمہ کو ان کی ضرورت پڑ گئی۔ ظاہر ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے نئے معارف اور حقائق کا علم حاصل کرنے والے پیدا ہوں اور اس طرح نئے اعتراضات کا ردّ کریں۔ دوسرے مسلسل تبدیلی جسے ہم

انقلابی ریوولیوشن (Revolution) نہیں۔ انقلاب اور ریوولیوشن (Revolution) کو آپس میں گڈ مڈ نہیں کرنا چاہیئے۔ ہم انقلاب کو ریوولیوشن (Revolution) کے معنوں میں استعمال نہیں کرتے۔ بنیادی تبدیلی جب حالات میں جب پیدا ہوئی تو نئے مسائل پیدا ہوگئے۔ مثلاً جب صنعت ابھی پوری طرح عروج کو نہیں پہنچی تھی۔ اس میں پوری طرح وسعت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس میں مزدور اکٹھا نہیں ہوا تھا۔ غریب مزدور بکھرا ہوا تھا۔ لیکن جب صنعت نے ترقی کی۔ کارخانے لگے تو مزدور اکٹھے ہوگئے۔ پہلے ایسا نہیں تھا۔ اب اکٹھے ہوگئے اور ایک نئی حالت پیدا ہوئی۔ جب چیز پیدا ہوئی تو نئے مسائل پیدا ہوئے۔ جب نئے مسائل پیدا ہوئے تو ان کا حل ضروری ہوگیا اتنا ضروری کہ جب انسان لاچار ہوا تو وہ کبھی اشترا کی بنا کبھی دہریہ بنا۔ کبھی عیسائی بنا۔ کبھی عیسائیت کو چھوڑنے والا بنا۔ کبھی غافلانہ اندھیروں میں رہتے ہوئے بھی خدا کی طرف جھک کر اس نے حل کے تلاش کی کوشش کی تو کبھی خدا سے دور ہوکر اسلام سے باہر اس نئے مسئلہ کے حل کی کوشش کی اور ناکام ہوا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے مطہر بندوں میں سے کچھ کو زندگی کے نئے مسائل کے حل کے لئے علوم سکھائے مثلاً میں نے ہی بعض اشترا کیوں کو کہا کہ تم غریب سے پیار کرنے والے نہیں ہو کیونکہ اسلام اس حل سے جو تم پیش کرتے ہو کہیں زیادہ اچھا حل پیش کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو امّت محمدیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عاشق ہیں کے طفیل ہم نے قرآن کریم کے نئے معارف حاصل کئے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو پایا اور جو نئے مسائل نوعِ انسانی کو درپیش تھے ان کا حل اتنا اچھا اتنا پیارا کہ دنیا سوائے اثبات میں سر ہلانے کے اور کچھ کر نہیں سکتی۔ میں نے پہلے بھی بتایا کہ یورپ کے حالیہ دورہ میں مَیں نے چار جگہ پر پریس کانفرنس بلا کر ان کو بتایا کہ میں اسلام کی تعلیم تمہارے سامنے پیش کرنے آیا ہوں اور کسی نے بھی "نہ" نہیں کی۔ سب نے کہا کہ تعلیم بہت اچھی ہے اور میں نے تحدّی سے کہا کہ اشترا کیت وغیرہ وغیرہ مکاتیب فکر یہ تعلیم پیش نہیں کر سکتے تھے۔ صرف خدا تعالیٰ ہی ہے جو اس قسم کی اعلیٰ تعلیم انسان کی بہبود کے لئے دے سکتا ہے۔ پس نئے مسائل چونکہ زمانہ کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے مطہر بندوں میں سے بعض کو ان مسائل کے حل

کرنے کے لئے قرآن کریم کے نئے معانی سکھاتا ہے اور ان نئے معانی کا تعلق کتابِ مکنون سے ہے۔ ورق الٹتے ہیں اور کتاب مکنون کے یہ حصے کتابِ مبین کا حصہ بن جاتے ہیں۔

یہ بات کہ زمانہ بدل رہا ہے اور اسلام پر آج تک نئے اعتراضات پڑتے چلے آئے ہیں اور نوعِ انسان کو نئے مسائل درپیش آتے ہیں۔ یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ کتاب جس کا دعویٰ خاتم الکتب ہونے کا ہے اور جس نے دنیا میں یہ اعلان کیا کہ میں قیامت تک کے لئے غیر مبدّل ہوں اور تمام حقائقِ زندگی اور حقائق زندگی میں جو اندھیرے اور سائے نظر آئیں ان میں روشنی پیدا کرنے کے سامان میرے اندر ہیں۔ پس خاتم الکتب کے لئے یہ ضروری تھا کہ ہر زمانہ میں اس کے مخفی حقائق اور معارف مطہّرین کے گروہ کو سکھائے جاتے اور دنیا کے سامنے وہ ان کو پیش کرتے۔ پس ایک تو نئے اعتراضات کا ردّ کرنے کے لئے اور دوسرے نئے مسائل کے حل تلاش کرنے کے لئے نوعِ انسانی کو جو ضرورت تھی وہ ضرورت پورا کرنے کی خاطر مطہّرین کو اللہ تعالیٰ خود معلم بن کر قرآن کریم کے نئے معارف سکھاتا اور اس کے بطون میں سے کچھ ان پر ظاہر کرتا ہے تاکہ زمانہ جدیدہ کے مسائل حل ہو سکیں۔

اور تیسری بات ہمارے سامنے یہ آتی ہے کہ قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ ہمیشہ کے لئے ہدایت وشریعت ہے۔ ایک ایسی حقیقت ہے جو ابدی ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے یعنی پہلی صداقتوں کو اس نے اپنے اندر لے لیا۔ اس لحاظ سے پہلی ہدایتوں اور شریعتوں سے اس کا تعلق قائم ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے جن ہدایات کی ضرورت تھی وہ اس میں پائی جاتی ہیں۔ دراصل یہ دعویٰ اس بات کے مترادف ہے کہ خدا تعالیٰ کی "صنعت" کی صفات بھی غیر محدود ہیں۔ ہر چیز میں اس کی غیر محدود صفات نظر آتی ہیں کیونکہ حیّ و قیوم خدا سے ان کا گہرا تعلق ہے۔ یہ صنعت خواہ کہکشاں (Galaxy) کی شکل میں لیں یعنی وہ بے شمار ستاروں کا مجموعہ جو ایک خاندان کی حیثیت سے بحیثیت مجموعی ایک جہت کی طرف حرکت کر رہا ہے اس طرح کی بے شمار کہکشائیں پائی جاتی ہیں۔ ایک بڑا پوئنٹ میں نے لے لیا ہے۔ ہمارے علم کے مطابق خدا تعالیٰ کی صنعت کا ایک بہت بڑا وجود کہکشاں کی صورت میں ہے اس کو لیں یا کیڑے کے ایک پاؤں کو لیں جو ایک چھوٹی سی چیز ہے۔ خدا کی مخلوق میں سے بڑی سے بڑی چیز لیں یا بظاہر چھوٹی

سے چھوٹی چیز لیں۔ کسی کو بھی لیں جو چیز خدا تعالیٰ کے دست قدرت سے وجود پذیر ہوئی ہے اس کے اندر غیر محدود صفات پائی جاتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے اور آج کا انسان یہ ماننے پر مجبور ہے کہ خدا تعالیٰ کی خلق اور صنعت میں غیر محدود صفات پائی جاتی ہیں مثلاً میں جب اس دورہ میں تھا تو ایک دن مجھے ڈاکٹر سلام صاحب کہنے لگے کہ اس وقت تک ساری دنیا اس بات پر متفق تھی کہ اس عالمین (Universe) کی بعض چیزوں میں صرف ایک اصول چلتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق دی ہے اور میں ایک نئے نظریہ (Theory) پر عمل کر رہا ہوں جو اس اصول کو غلط قرار دے دے۔ پس سائنسدان آج ایک چیز پر اکٹھے ہو کر کہتے ہیں کہ بس یہی حقیقت ہے اور کل اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے کسی بندہ کو اس چیز کی کسی اور صفت کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور انسان کو پتہ لگتا ہے کہ انسان کی عقلِ ناقص کا یہ دعویٰ کہ کامل قدرت کے ہاتھ نے جو پیدا کیا میں نے اس کی تمام صفات کا احاطہ کر لیا ہے یہ بیوقوفی ہے۔ تو جب ایک مکھی یا ایک کیڑے کے پاؤں میں پائی جانے والی صفات کا انسان احاطہ نہیں کر سکتا تو اس کے ساتھ ہی کسی مسلمان کا یہ کہہ دینا کہ خدا تعالیٰ کا جو کلام ہے اس کے بطون کا ہم احاطہ کر سکتے ہیں اس سے زیادہ حماقت کی ہمارے نزدیک کوئی بات نہیں۔ جس طرح خدا تعالیٰ کی خلق میں ہر چیز کی صفات غیر محدود ہیں اسی طرح قرآن کریم جس نے قیامت تک نوعِ انسانی کا رہبر بننا ہے اس کے معانی بھی غیر محدود بطون و اسرار کے حامل ہیں۔

ایک تیسری بات ہمیں کتاب مکنون کے مضمون سے یہ پتہ لگی کہ اگر ہم قرآن عظیم کو کتابِ مکنون تسلیم نہ کریں اور یہ سمجھیں کہ اس میں جو کچھ علم تھا اور معارف جو اس میں تھے اور حقائق جو اس میں تھے اور رموز و اسرارِ روحانی جو اس میں تھے وہ سارے کے سارے پہلوں کے علم میں آ گئے اور آگے کوئی نئی چیز باقی نہیں رہی تو ہمارا یہ تسلیم کرنا اس اعلان کے مترادف ہوگا کہ ہم قرآن عظیم کو خدا تعالیٰ کا کلام نہیں سمجھتے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک مکھی کی صفات کا کوئی انسانی علم احاطہ نہیں کر سکتا لیکن خدا تعالیٰ کی ایک عظیم اور کامل اور مکمل شریعت کے علوم اور اس کے بطون پر انسانی عقل احاطہ کر سکتی ہے یا اس کا علم اپنے دائرہ میں اسے لے سکتا ہے پس اس کا خدا تعالیٰ کے ایک کامل اور مکمل کلام ہونے کے نتیجہ میں ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا

کہ قرآن کریم میں ہر زمانہ میں نئے نئے بطون ظاہر ہوتے رہیں گے اور قیامت تک قرآن کریم کے نئے علوم دنیا کے سامنے آتے چلے جائیں گے۔ اگر ایسا نہیں سمجھو گے تو خدا پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن عظیم پر اعتراض کرنے والے ٹھہرو گے۔

پس قرآن عظیم غیر محدود معارف اور غیر محدود روحانی اسرار کا خزانہ ہے اگر یہ خدا کا کلام ہے تو یہ بات ہمیں تسلیم کرنا پڑے گی اور جب غیر محدود معارف کا خزانہ ہے تو ہر زمانہ میں اس کے نئے سے نئے بطون ظاہر ہو کر کتابِ مکنون کا ورق الٹیں گے اور کتاب مبین کا حصہ بنتے چلے جائیں گے۔

اور چوتھی چیز اس "خیر" کے متعلق اصل میں مَیں بتا رہا ہوں کہ خیرِ امت جو ہمیں کہا گیا تو اس خیر امت کی بہت سی صفات بیان کی گئی ہیں۔ بعض جگہ لفظِ خیر کو استعمال کر کے، بعض جگہ "خیر" کے معانی کو استعمال کر کے۔ دو بنیادی چیزیں ان دو خطبوں میں مَیں بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ایک میں نے بیان کی تھی کہ "قوی" ہونا۔ یعنی امت مسلمہ کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونا چاہیئے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوہ یہ بتاتا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم یہ کہتی ہے کہ غیر اللہ کے سامنے ہم نے ہاتھ نہیں پھیلانا اور جب تک امت مسلمہ میں اس کی شان کے مطابق یہ صفت پیدا نہیں ہو جاتی اس وقت تک اسلام کی طرف انسان منسوب تو ہو سکتا ہے لیکن اسلام کی عظمت میں انسان حصہ دار نہیں بن سکتا۔

اور دوسرے "خیر" کا بنیادی اصل جو ہمیں بتایا گیا ہے وہ ہے قرآن کریم کو سیکھنا۔ یہ صفت ایسی ہے جو امتِ مسلمہ کو كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ بناتی ہے۔ یعنی خیر امت ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ ایک ایسی امت ہے جو قران کریم میں سے کتاب مبین کو بھی اور کتاب مکنون کو بھی سیکھتی ہے اور محفوظ رکھتی ہے اور اپنے نمونہ اور خداداد فراست کے ذریعہ یا اگر اللہ تعالیٰ فضل کرے تو اس سے سیکھی ہوئی تعلیم کے ذریعہ دنیا تک قرآن کریم کے نئے سے نئے علوم پہنچاتی رہتی ہے۔ پس یہ خَيْرَ أُمَّةٍ امتِ مسلمہ کی ایک بنیادی صفت ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاتا اگر خدا کی نگاہ میں خیر امت بننا ہے تو ایسا بننا پڑے گا۔

پھر چوتھی چیز یہ ہے کہ ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ چونکہ مطہّرین کے علاوہ کسی پر بطون و اسرارِ

قرآنی ظاہر نہیں ہونے تھے۔ اس لئے شروع سے لے کر آج تک امت مسلمہ میں مطہّرین کا ایک گروہ پیدا ہوتا رہا۔ ان کے ساتھ بعض علمائے ظاہر نے جو کچھ کیا اس کو دہرانے کی مجھے ضرورت نہیں لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں امت مسلمہ میں ہر صدی میں لاکھوں کی تعداد میں وہ مطہّرین کا گروہ پیدا ہوتا رہا جس نے قرآن کریم کی حقیقت کو پہچانا اور صحیح رموز قرآن انہوں نے کتاب مبین سے بھی حاصل کئے اور کتاب مکنون کے حصے جو وہ دنیا کے سامنے پیش کرتے تھے وہ بھی اپنے رب سے سیکھے اور اب ہم اس زمانہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ جس زمانہ کے متعلق نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا کہ اسلام کی حق وصداقت کی شیطانی قوتوں سے آخری جنگ ہوگی اور آپ تاریخ انسانی پر نظر ڈالیں۔ مذہب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اور مذہب اسلام پر نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اتنے حملے اس کثرت کے ساتھ اس شدت کے ساتھ اس قسم کے دجل کے ساتھ اور ظاہر میں ملمع چڑھا کر اس قسم کے مؤثر بنا کر اعتراضات نہیں ہوئے جتنے آج ہو رہے ہیں۔ دشمن کا حملہ کتاب مبین سے تعلق رکھنے والا بھی ہے یعنی جو پہلے اعتراضات ہیں وہ بھی دہرائے جارہے ہیں اور نئی روشنی میں بدلے ہوئے نئے حالات میں نئے اعتراضات بھی کئے جارہے ہیں۔ اتنا زبردست حملہ اسلام پر ہے کہ اس سے قبل کے زمانہ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ نہ مستقبل میں اس قدر شدید حملہ کا تصور کیا جاسکتا ہے کیونکہ حملہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اتنا شدید حملہ کہ بعثتِ مہدی علیہ السلام سے چند سال قبل ہندوستان کے پادریوں نے یہ اعلان کیا کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے اور خداوند یسوع مسیح کی ایسی برکتیں اس ملک ہند میں پھیلنے والی ہیں کہ اس ملک میں اگر کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ کسی مسلمان کا چہرہ دیکھ سکے تو اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی کیونکہ ایک بھی مسلمان نہیں رہے گا۔ یہ شدت تھی اس حملہ میں۔ پھر ہندوستان سے باہر والوں نے یہاں تک اعلان کیا کہ خانہ کعبہ پر (نعوذ باللہ) خداوند یسوع مسیح کا جھنڈا لہرائے گا، اس قسم کے شدید حملے تھے ان حملوں کی شدت بتا رہی تھی کہ پیشگوئی میں جو یہ کہا گیا تھا کہ اس آخری جنگ کو فاتح کی حیثیت میں امت محمدیہ کا جرنیل محمد رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم کا روحانی فرزند جو دنیا میں بھیجا جائے گا وہ مہدی اور مسیح کے لقب سے آئے گا۔ اسلام پر حملے بتا رہے ہیں کہ مسیح ومہدی

کی ضرورت ہے۔اسلام پر اتنا شدید حملہ ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہا کہ میں نے تین ہزار نئے اعتراضات عیسائیوں کی طرف سے اسلام پر کئے جانے والے جمع کئے ہیں پھر آپ نے کہیں اعتراض کا ذکر کر کے اور کہیں ذکر کئے بغیر اسلام کی تعلیم اس طرح پیش کی کہ وہ اعتراض دور کرتی چلی گئی۔ بہرحال میں اس وقت یہاں اپنے مضمون کے سلسلہ میں یہ بتا رہا ہوں کہ اتنا شدید حملہ اسلام پر جو ہوا وہ پکار رہا تھا اور آسمان اور زمین پکار رہی تھی کہ اگر اسلام نے دنیا میں قائم رہنا ہے تو مہدی کو اس وقت ہی آنا چاہیئے۔ پھر خدا تعالیٰ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارتیں دی تھیں جو اپنے وعدوں کا پکا اور سچا ہے اور متصرفانہ قدرتوں کا مالک ہے۔اس نے مہدی علیہ السلام کو بھیج دیا مہدی اور مسیح علیہ السلام آگئے اور یہ جو بپھری ہوئی طوفانی موجوں کی طرح عیسائی پادری اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے کہاں گئیں وہ موجیں اور کہاں گئیں ان کی شوخیاں؟ وہ پیچھے ہٹے اور پسپا ہو گئے لیکن بہتوں کو ابھی یہ چیز نظر نہیں آ رہی کیونکہ ابھی وہ آخری فتح مہدی کو اور آپ کی فوج کو اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو حاصل نہیں ہوئی۔ جو مقدر ہے جس کے نتیجہ میں اسلام کو آخری غلبہ حاصل ہونا ہے جس کے نتیجہ میں اسلام کرہ ارض کو اپنی لپیٹ میں لینے والا ہے اور ساری دنیا میں پھیل جانے والا ہے۔وہ مہدی علیہ السلام آیا اور جس قسم کے شدید حملے ہو رہے تھے اس نسبت کے ساتھ بڑی تعداد میں بڑی گہرائیوں اور بڑی رفعتوں والے بطونِ قرآنی آپ نے دنیا کے سامنے پیش کئے مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک عیسائی نے یہ سوال کیا کہ جب آپ کے نزدیک تورات بھی خدا تعالیٰ کی الہامی کتاب ہے تو اس الہامی کتاب کے بعد قرآن کریم کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب آپ نے بڑے لطیف رنگ میں دیا۔ میں مختصراً اس وقت اپنے الفاظ میں بیان کروں گا۔

آپ نے فرمایا تم مجھ سے یہ پوچھتے ہو کہ تورات کے ہوتے ہوئے قرآن عظیم کی کیا ضرورت ہے اور میں تمہیں یہ بتاتا ہوں کہ قرآن عظیم اپنی پوری تفصیل اور شان کے ساتھ آخری کامل اور مکمل ہدایت اور شریعت ہے۔اس کے شروع میں قرآن کریم کا ایک خلاصہ سورۃ فاتحہ کی شکل میں جو چھوٹی سی سورۃ ہے اور صرف سات آیات پر مشتمل ہے۔سورۃ فاتحہ میں جو رموز و اسرارِ روحانی بیان ہوئے اگر تم اپنی تورات کی ساری کتابوں میں سے وہ نکال دو تو ہم

سمجھیں گے کہ تمہارے پاس کچھ ہے لیکن اگر تم قرآن کریم کی ابتدائی سورۃ کی سات آیات کے معانی و روحانی خزائن جو اس میں بیان ہوئے ہیں تورات میں سے نہ نکال سکو تو تمہارے منہ سے یہ سوال نہیں سجتا کہ پھر قرآن مجید کی ضرورت کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھی اور مختلف پہلوؤں سے لکھی، مختلف کتب میں لکھی۔ اب وہ تفسیر جس کے متعلق یہ چیلنج تھا کہ اپنی ساری تورات میں سے اس کے معانی کے برابر بھی نکال دو تو ہم سمجھیں گے کہ تمہارے ہاتھ میں کچھ ہے جو چیلنج انہیں منظور نہیں ہوا۔ اتنی زبردست جو تفسیر لکھی گئی تو وہ سارے بطونِ قرآن تھے جو ظاہر ہوئے کیونکہ جو اعتراضات آج کی عیسائی دنیا کر رہی تھی وہ پرانے نہیں تھے یا ان میں سے اکثر پرانے نہیں تھے۔ جو پرانے تھے ان کے تو جواب پہلے آچکے تھے۔

سورۃ فاتحہ کی وہ تفسیر اتنی عظیم ہے کہ ہمارے بڑے بڑے بزرگ مطالعہ کا شوق رکھنے والے اچھے حافظہ والوں میں سے بھی بعض نے مجھے کہا کہ جب ہم یہ پڑھتے ہیں تو اتنی ٹھوس اور مضامین سے اتنی بھری ہوئی ہے کہ بعض دفعہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا ذہن اس کو برداشت نہیں کر سکتا اور اس کو مزید سمجھنے کے لئے آرام ملنا چاہیئے۔ اب جس شخص کو خدا تعالیٰ نے اس آخری زمانہ میں اسلام پر انتہائی حملوں کے وقت میں اسلام کی مدافعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ثبوت کے لئے اس معلم حقیقی نے خود معلم بن کر قرآن کریم کے بے شمار بطون سکھائے۔ آج کوئی کھڑا ہو کر کہے کہ جو معنے اس مہدی نے کئے ہمارے پہلے معانی سے مختلف ہیں اس لئے ہم ان کے اوپر کوئی پابندی لگائیں گے تو اس سے زیادہ شوخی کا اور کوئی کھیل نہیں ہوگا کہ خدا تعالیٰ آج اسلام پر اعتراضات کو دور کرنے کے لئے اور اسلام کو اس قابل بنانے کے لئے کہ امتِ مسلمہ دنیا کے دل کو پیار اور محبت کے ساتھ اور قرآن کریم کی حسین اندرونی تعلیم اور عظیم روشنی کے ساتھ جیتے۔ یہ سوچنا میرے نزدیک بڑی شوخی ہے اور بڑی جہالت اور اندھا پن ہے۔ تمہیں نظر نہیں آرہا کہ اس دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم اتنے ہی کند ذہن ہو؟ اور کیا ماضی سے اتنا ہی تمہارا تعلق کٹا ہوا ہے کہ تم بھول گئے ان اعلانوں کو جو ایک وقت میں اسلام کے خلاف عیسائیوں نے اور ہندوؤں نے اور آریوں نے اور سب دوسروں نے مل کر کئے تھے؟ ساری دنیا اسلام کو مٹانے

کے لئے اکٹھی ہوگئی اور اس وقت جو دنیائے اسلام کہلاتی ہے وہ سوئی ہوئی تھی۔ اُن کو تو ان اعتراضوں کا بھی علم نہیں تھا، ان ہتھیاروں کا علم نہیں تھا جن سے اسلام پر حملہ ہوا تھا۔ اس وقت ایک شخص تھا جو راتوں کو خدا کے حضور جھک کے اس کی امداد کا طالب ہوتا تھا اور اس کی دی ہوئی مدد سے دن کے اوقات میں وہ دنیا کے سامنے اسلام کے پہلوان کی شکل میں ایک عظیم جرنیل کی صورت میں آتا اور اسلام کی مدافعت بھی کرتا۔ اسلام کی خوبیاں بیان کر کے دلوں کو جیتتا تھا۔ وہ اکیلا آج ایک کروڑ کیسے بن گیا؟ خدا کی قدرت کا ہاتھ اس کے ساتھ ہے اور خدا تعالیٰ کے منشاء کے بغیر دنیا کا کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ہمیں تو اس بات کی تسلی ہے لیکن تمہیں کس چیز کی تسلی ہے جو تم ہمارے رستہ میں روک بننا چاہتے ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم میں خدا سے لڑنے کی طاقت ہے؟ یا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اسلام تمہاری ہی باتوں سے ان اعتراضات کی یلغار سے بچ جائے گا جن کو نہ اعتراض کی سمجھ نہ ان کی مدافعت کی طاقت اور علم۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف جگہ ان باتوں کو کھول کر بیان کیا ہے۔ آپ قرآن کریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’آخر وہی ہے جو موجبِ اشراق اور روشن ضمیری کا موجب ہو جاتا ہے اور عجیب در عجیب انکشافات کا ذریعہ ٹھہرتا ہے اور ہر یک کو حسب استعداد معراج ترقی پر پہنچاتا ہے۔ راستبازوں کو قرآن کریم کے انوار کے نیچے چلنے کی ہمیشہ حاجت رہی ہے اور جب کبھی کسی حالتِ جدیدہ زمانہ نے اسلام کو کسی دوسرے مذہب کے ساتھ ٹکرا دیا ہے تو وہ تیز اور کارگر ہتھیار جو فی الفور کام آیا ہے قرآن کریم ہی ہے۔ ایسا ہی جب کہیں فلسفی خیالات مخالفانہ طور پر شائع ہوتے رہے تو اس خبیث پودہ کی بیخ کنی آخر قرآن کریم ہی نے کی اور ایسا اس کو حقیر اور ذلیل کر کے دکھلا دیا کہ ناظرین کے آگے آئینہ رکھ دیا کہ سچا فلسفہ یہ ہے نہ وہ۔ حال کے زمانہ میں بھی جب اوّل عیسائی واعظوں نے سر اٹھایا اور بدفہم اور نادان لوگوں کو توحید سے کھینچ کر ایک عاجز بندہ کا پرستار بنانا چاہا اور اپنے مغشوش طریق کو سوفسطائی تقریروں سے آراستہ کر کے ان کے آگے رکھ دیا اور ایک طوفان ملک ہند میں برپا کر دیا۔ آخر قرآن کریم ہی تھا جس نے انہیں پسپا کیا کہ اب وہ لوگ کسی باخبر آدمی کو منہ بھی نہیں

دکھلا سکتے اور ان کے لمبے چوڑے عذرات کو یوں الگ کر کے رکھ دیا جس طرح کوئی کاغذ کا تختہ لپیٹے‘‘ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۸۲)

پھر آپ فرماتے ہیں:-

’’جاننا چاہیئے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر ایک اہل زبان پر روشن ہوسکتا ہے جس کو پیش کر کے ہم ہر ایک ملک کے آدمی کو خواہ ہندی ہو یا پارسی یا یوروپین یا امریکن یا کسی اور ملک کا ہو ملزم وساکت ولا جواب کر سکتے ہیں وہ غیر محدود معارف وحقائق وعلومِ حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۵۵، ۲۵۶)

’’اے بندگانِ خدا! یقیناً یاد رکھو کہ قرآن شریف میں غیر محدود معارف وحقائق کا اعجاز ایسا کامل اعجاز ہے جس نے ہر ایک زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے اور ہر یک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہے یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا دعویٰ کرتا ہے اس کی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوسکتے اور جس طرح صحیفۂ فطرت کے عجائب وغرائب خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں ہو چکے بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں یہی حال ان صحفِ مطہرہ کا ہے تا خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو۔ اور میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں کہ قرآن شریف کے عجائبات اکثر بذریعہ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا .... اور یہ بھی یاد رکھیں کہ قرآن شریف کے ایک معنے کے ساتھ اگر دوسرے معنی بھی ہوں تو ان دونوں معنوں میں کوئی تناقض پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہدایتِ قرآنی میں کوئی نقص عائدِ حال ہوتا ہے بلکہ ایک نور کے ساتھ دوسرا نور مل کر عظمت فرقانی کی روشنی نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے اور چونکہ زمانہ غیر محدود انقلابات کی وجہ سے غیر محدود خیالات کا بالطبع محرک ہے لہٰذا اس کا نئے پیرایہ میں ہو کر جلوہ گر ہونا یا نئے نئے علوم کو بمنصۂ ظہور لانا نئے نئے بدعات اور محدثات کو دکھلانا ایک ضروری امر اس کے لئے پڑا

ہوا ہے اب اس حالت میں ایسی کتاب جو خاتم الکتب ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اگر زمانہ کے ہر یک رنگ کے ساتھ مناسبِ حال اس کا تدارک نہ کرے تو وہ ہرگز خاتم الکتب نہیں ٹھہر سکتی اور اگر اس کتاب میں مخفی طور پر وہ سب سامان موجود ہے جو ہر یک حالتِ زمانہ کیلئے درکار ہے تو اس صورت میں ہمیں ماننا پڑے گا کہ قرآن بلا ریب غیر محدود معارف پر مشتمل ہے اور ہر یک زمانہ کی ضرورتِ لاحقہ کا کامل طور پر متکفل ہے۔ اب یہ بھی یاد رہے کہ عادت اللہ ہر یک کامل ملہم کے ساتھ یہی رہی ہے کہ عجائباتِ مخفیہ فرقان اس پر ظاہر ہوتے رہے ہیں۔“

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۵۷ تا صفحہ ۲۶۱)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

”یہی زمانہ ہے کہ جس میں ہزارہا قسم کے اعتراضات اور شبہات پیدا ہو گئے ہیں اور انواع اقسام کے عقلی حملے اسلام پر کئے گئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُہٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ (الحجر: ۲۲) یعنی ہر ایک چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں مگر بقدر معلوم اور بقدر ضرورت ہم ان کو اتارتے ہیں۔ سو جس قدر معارف وحقائق بطونِ قرآن میں چھپے ہوئے ہیں جو ہر ایک قسم کے ادیان فلسفیہ وغیر فلسفیہ کو مقہور ومغلوب کرتے ہیں ان کے ظہور کا زمانہ یہی تھا کیونکہ وہ بجز تحریک پیش آمدہ کے ظاہر نہیں ہو سکتے تھے۔ سو اب مخالفانہ حملے جو نئے فلسفہ کی طرف سے ہوئے تو ان معارف کے ظاہر ہونے کا وقت آ گیا اور ممکن نہیں تھا کہ بغیر اس کے کہ وہ معارف ظاہر ہوں اور اسلام تمام ادیانِ باطلہ پر فتح پا سکے کیونکہ سیفی فتح کچھ چیز نہیں اور چند روزہ اقبال کے دور ہونے سے وہ فتح بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ سچی اور حقیقی فتح وہ ہے جو معارف اور حقائق اور کامل صداقتوں کے لشکر کے ساتھ حاصل ہو۔ سو وہ یہ فتح ہے جو اب اسلام کو نصیب ہو رہی ہے۔ بلا شبہ یہ پیشگوئی اسی زمانہ کے حق میں ہے اور سلف صالح بھی ایسا ہی سمجھتے آئے ہیں۔ یہ زمانہ درحقیقت ایسا زمانہ ہے جو بالطبع تقاضا کر رہا ہے جو قرآن شریف ان تمام بطون کو ظاہر کرے جو اس کے اندر مخفی چلے آتے ہیں۔ .... یہ بات ہر ایک فہیم کو جلدی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ

کی کوئی مصنوع دقائق وغرائب خواص سے خالی نہیں۔ اور اگر ایک مکھی کے خواص و عجائبات کی قیامت تک تفتیش وتحقیقات کرتے جائیں تو وہ بھی کبھی ختم نہیں ہوسکتی۔تو اب سوچنا چاہیئے کہ کیا خواص اور عجائبات قرآن کریم کے اپنے قدر وانداز میں مکھی جتنے نہیں۔ بلاشبہ وہ عجائبات تمام مخلوقات کے مجموعی عجائبات سے بہت بڑھ کر ہیں (کیونکہ تمام کی تمام مادی مخلوقات کے مقابلے میں قرآن کریم اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی حیثیت میں مقابلہ پر ہے) اور ان کا انکار درحقیقت قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کا انکار ہے کیونکہ دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے صادر ہو اور اس میں بے انتہاء عجائبات نہ پائے جائیں۔ .... وہ نکات وحقائق جو معرفت کو زیادہ کرتے ہیں وہ ہمیشہ حسب ضرورت کھلتے رہتے ہیں اور نئے نئے فسادوں کے وقت نئے نئے پر حکمت معانی بمنصۂ ظہور آتے رہتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم بذاتِ خود معجزہ ہے اور بڑی بھاری وجہ اعجاز کی اس میں یہ ہے کہ وہ جامع حقائقِ غیر متناہیہ ہے۔مگر بغیر وقت کے وہ ظاہر نہیں ہوتے۔ جیسے جیسے وقت کے مشکلات تقاضا کرتے ہیں وہ معارفِ خفیہ ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔دیکھو دنیاوی علوم جو اکثر مخالف قرآن کریم اور غفلت میں ڈالنے والے ہیں۔ کیسے آج کل ایک زور سے ترقی کر رہے ہیں اور زمانہ اپنے علوم ریاضی اور طبعی اور فلسفہ کی تحقیقاتوں میں کیسی ایک عجیب طور کی تبدیلیاں دکھلا رہا ہے۔کیا ایسے نازک وقت میں ضرور نہ تھا کہ ایمانی اور عرفانی ترقیات کے لئے بھی دروازہ کھولا جاتا۔ تا شرورِ محدثہ کی مدافعت کیلئے آسانی پیدا ہوجاتی۔سو یقیناً سمجھو کہ وہ دروازہ کھولا گیا ہے اور خدا تعالیٰ نے ارادہ کرلیا ہے کہ تا قرآن کریم کے عجائبات مخفیہ اس دنیا کے متکبر فلسفیوں پر ظاہر کرے۔اب نیم مُلّا دشمنِ اسلام اس ارادہ کو روک نہیں سکتے۔اگر اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے تو ہلاک کئے جائیں گے اور قہری طمانچہ حضرت قہّار کا ایسا لگے گا کہ خاک میں مل جائیں گے۔ان نادانوں کو حالتِ موجودہ پر بالکل نظر نہیں۔ چاہتے ہیں کہ قرآن کریم مغلوب اور کمزور اور ضعیف اور حقیر سا نظر آوئے لیکن اب وہ ایک جنگی بہادر کی طرح نکلے گا۔ ہاں وہ ایک شیر کی طرح میدان

میں آئے گا اور دنیا کے تمام فلسفہ کو کھا جائے گا اور اپنا غلبہ دکھائے گا۔اور لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (الصّف:۱۰) کی پیشگوئی کو پوری کردے گا اور پیشگوئی وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ (النور:۵۶) کو روحانی طور سے کمال تک پہنچائے گا۔ کیونکہ دین کا زمین پر بوجہ کمال قائم ہو جانا محض جبر واکراہ سے ممکن نہیں۔ دین اس وقت زمین پر قائم ہوتا ہے کہ جب اس کے مقابل پر کوئی دین کھڑا نہ رہے اور تمام مخالف سپر ڈال دیں۔ سواب وہی وقت آ گیا۔ اب وہ وقت نادان مولویوں کے روکنے سے رک نہیں سکتا۔ اب وہ ابن مریم جس کا روحانی باپ زمین پر بجز معلمِ حقیقی کے کوئی نہیں جو اس وجہ سے آدم سے بھی مشابہت رکھتا ہے بہت سا خزانہ قرآن کریم کا لوگوں میں تقسیم کرے گا یہاں تک کہ لوگ قبول کرتے کرتے تھک جائیں گے اور لَايَقْبَلُهُ اَحَدٌ کا مصداق بن جائیں گے اور ہر یک طبیعت اپنے ظرف کے مطابق پُر ہو جائے گی“ (ازالہ اوہام۔روحانی خزائن۔جلد ۳ صفحہ ۴۶۴ تا ۴۶۷)

اس کام کے لئے کہ نوع انسانی میں سے ہر فرد کی طبیعت اپنے ظرف کے مطابق قرآنی علوم سے پُر ہو جائے یہ ذمہ داری جماعت احمدیہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے کہ ہم اس بنیادی ذمہ داری کو سمجھیں اور نبھائیں تا کہ وہ خیر امت کی بنیادی خوبی ہم میں بھی پیدا ہو جائے جو ہم سے پہلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئی اور جس کے نتیجہ میں اس وقت کی دنیا اس بنیادی اعجازی خوبی کا مقابلہ نہیں کرسکی اور اسلام کی طرف متوجہ ہوئی اسلام کو انہوں نے قبول کیا اسلام کی برکات سے انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ آج کی ساری دنیا بھی امریکہ اور آسٹریلیا اور افریقہ اور جزائر اور ایشیا اور مشرق وسطیٰ وغیرہ جو دنیا میں آبادیاں ہیں، ہمارے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ بننا اور دنیا تک نئے حقائق اور علوم کا پہنچانا ہمارے لئے ضروری ہے تا اس نمونہ کو دیکھ کر اور سمجھ کر وہ حقیقی مسلم بنے بغیر نہ رہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کیلئے ایسے سامان پیدا کرے اور ہمیں اپنی رحمتوں سے نوازے۔ (آمین) (روزنامہ الفضل ربوہ ۱۲؍مارچ ۱۹۷۴ء صفحہ ۲ تا صفحہ ۸)

❁❁❁